سلسلہ پچاس سالہ تقریبات آزادی پاکستان
سلسلہ نمبر ۴

مولانا مفتی عبدالغنی صاحب (بنوں)

جنگ آزادی میں علماء حق کا کردار

(آخری قسط)

مسلمانوں کیساتھ دشمنی کیوجہ سے انگریز بدبخت ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے :-

تحریک کے کئی عظیم رہنماؤں پر مقدمے چلے ۔ انگریز بدبخت کی دشمنی کا یہ عالم تھا کہ مسلمانوں کو ان کی خواہش کے مطابق موت بھی پسند نہیں کرتے تھے ۔ اس کا ایک قصہ یہ ہے کہ مولانا محمد یحیٰ علی عظیم آبادی مولانا احمداللہ عظیم آبادی ، مولانا محمد جعفر تھانیسری ، مولانا عبدالرحیم صادق پوری کو پھانسی کی سزا دی گئی ۔ پھر ان کو جزائر انڈمان میں عمرقید کی سزا میں تبدیل کردیا گیا ۔ ۲ مئی ۱۸۶۴ء کا دوسرا دن تھا ، انگریز جج ایڈورڈس انبالہ عدالت کی کرسی پر بیٹھا تھا اور اس کے پہلو میں اس کی مددواعانت کیلئے چار افسیرز تھے ۔ جو شہر کے سربرآوردہ ذمہ دار طبقہ سے تعلق رکھتے تھے ۔ ان کا کام یہ تھا کہ اہم کیس میں ان کو رائے دیں ۔ ان لوگوں کے سامنے گیارہ آدمی کھڑے ہوئے تھے ان پر یہ الزام تھا کہ انہوں نے انگریزی حکومت کے خلاف سازش تیار کی اور سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلفاء وانصار کی امداد روپے پیسے اور رضاکاروں کی صورت میں کرتے رہتے ہیں ۔ جج نے مجاہدین سے کہا کہ تم نے اپنی ذہانت اور علم کو حکومت کا تختہ الٹنے کیلئے استعمال کیا ہے ۔ مجاہدین کے مرکز پر مالی امداد اور رضاکار کا پہونچانے میں تم درمیانی کڑی تھے ، لیکن اس جرم کے باوجود تم برابر اپنے موقف پر اڑے رہے ۔ تم نے یہ ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی کہ تم حکومت کے خیرخواہ اور وفادار ہو ۔ اسلیئے میں تمہارے لئے پھانسی کا فیصلہ کرتا ہوں ۔ تمہاری ساری جائیداد اور املاک بھی بحق سرکار ضبط کی جاتی ہے ۔ پھانسی کے بعد تمہاری نعش تمہارے ورثہ کے حوالے نہ کی جائیگی ، بلکہ بدنصیبوں کے قبرستان میں پوری ذلت کیساتھ دفن کردی جائیگی اور میں تمھیں پھانسی کے تختہ پر لٹکتے ہوئے دیکھ کر بیحد خوش ہونگا ۔ نوجوان محمد جعفر نے سکون اور وقار کیساتھ جج کا یہ فیصلہ سنا اور اسکے اندر کسی قسم کا کوئی تغیرواضطراب ظاہر نہیں

ہوا ۔ محمد جعفرؒ نے کہا ۔ تمام انسانوں کی جانیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہی مارتا ہے اور وہی زندگی بخشتا ہے ۔ تمھارے ہاتھ میں زندگی ہے نہ موت ۔ ہم میں سے کون موت کا مزہ پہلے چکھے گا یہ کوئی بتا سکتا ہے ؟ جج یہ سن کر غصے سے بے قابو ہوگیا لیکن اس نے اپنے ترکش سے وہ آخری تیر بھی چلا دیا جسکے بعد اس کے پاس کوئی تیر نہ تھا ۔ سزا سننے کے بعد اس کا چہرہ فرط مسرت سے دمکنے لگا ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جنت اور اسکے حور وقصور انکے نظر کے سامنے ہوں ۔ انہوں نے یہ شعر پڑھا

للہ الحمد کہ آن چیز کہ خاطر می خواست آخر آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

لوگ یہ منظر دیکھ کر حیرت زدہ ہی تھے کہ ایک انگریز آفسر پارسن آگے بڑھا اور محمد جعفر سے قریب ہوکر کہا کہ میں نے آج تک ایسا منظر نہیں دیکھا تم کو پھانسی کا حکم سنایا گیا ہے اور تم ایسے خوش اور مطمئن ہو ۔ محمد جعفرؒ نے جواب دیا ۔ میں کیوں خوش نہ ہوں اللہ تعالیٰ مجھے شہادت نصیب کر رہا ہے ۔ تم بے چاروں کو اس کا مزہ کیا معلوم ۔ جج نے دوسرے دو ملزموں کو بھی پھانسی کا فیصلہ سنایا ، ان میں ایک سن رسیدہ شخص تھے جن کے چہرے سے صلاح وتقویٰ اور زہدو عبادت کے آثار ظاہر تھے ۔ انہوں نے یہ حکم مسرت اور شکر کے ساتھ سنا ۔ یہ صاحب مولانا یحیٰ علی صادق پوری تھے ۔ جو امیر جماعت بھی تھے ۔ دوسرے ایک نوجوان تھے جو امراء اور بڑے تاجروں کے طبقے سے معلوم ہورہے تھے ۔ اصلاً یہ پنجاب کے رہنے والے تھے ۔ ان کا نام حاجی محمد شفیع تھا ۔ دوسرے آٹھ آدمیوں کو عمرقید کی سزا سنائی گئی ۔ تماشائیوں اور اہل شہر نے بہت رنج وغم کیساتھ یہ فیصلہ سنا ، آنکھیں اشکبار ہوگئیں ۔ جیل کے رستے کے دونوں کنارے پرمردوعورت جمع تھے اور ان مظلموں کو حسرت کے ساتھ دیکھ رہے تھے ۔ جب وہ جیل پہنچے تو ان کے عام کپڑے اتار دیئے گئے اور مجرموں کی خاص پوشاک پہنا دی گئی ، ہر تین میں سے ایک شخص کو ایک تنگ وتاریک کوٹھڑی میں ڈال دیا گیا ۔ مولانا یحیٰ علی صاحب سورۃ یوسفی پر عمل کرتے ہوئے پہرہ دار سے مخاطب ہوکر کہتے ۔

(ء ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار) اس طرح مولانا یحیٰ علی صاحب نے بہت سے قیدیوں کے دلوں میں توحید اور ایمان کا بیج بودیا ، بہت سے قیدی ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ۔ جیل کے جلاد ان کے سامنے پھانسی کا تختہ اور پھندا تیار کرتے تھے اور یہ لوگ نہایت اطمینان کیساتھ بلاکسی ادنیٰ خوف یا رنج کے اس نظارہ کو دیکھتے ۔ مولانا یحیٰ علی ان قیدیوں میں سب سے زیادہ خوش نظر آتے تھے اور بڑے شوق وذوق سے وہ اشعار پڑھتے تھے جو حضرت حبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تختہ دار پر پڑھے تھے

ولست ابالی حین اقتل مسلماً — علی ای جنب کان فی اللہ مصرعی
وذالک فی ذات الالٰہ وان یشاء — یبارک علی اوصال مشلو ممزع

وہ انگریز جج جس نے تینوں کو پھانسی کا حکم سنایا تھا، اچانک فیصلہ سنانے کے بعد مرگیا۔ انگریز آفیسر پارسن جس نے مولوی محمد جعفر کو گرفتار کیا تھا اور ایک روز ان کو آٹھ بجے صبح سے آٹھ بجے رات تک مارتا رہا تھا پاگل ہوگیا اور اس پاگل پن اور جنون کی حالت میں بہت بری طرح اس کی موت واقع ہوئی اور وہی ہوا جس سے مولوی محمد جعفر لیزی تھا۔ نیسری نے پہلے ہی سے آگاہ کیا تھا۔ جیل میں بہت سے انگریز اور ان کی خواتین بھی آیا کرتی تھیں جو ان قیدیوں کا تماشا دیکھتیں تھیں اور ان کی پریشانی دیکھ کر خوش ہوتیں تھیں، لیکن انگریز ان قیدیوں کے سرور ونشاط کو دیکھ کر سخت حیرت میں پڑتے اور ان سے پوچھتے کہ تم موت کے دروازے پر ہو اور کچھ دن میں تم کو پھانسی ہونے والی ہے تم کو اس کا رنج نہیں ہوتا؟ وہ جواب دیتے تھے کہ یہ شہادت کیوجہ سے ہے جس کے برابر کوئی نعمت اور سعادت نہیں۔ یہ لوگ انگریزی حکام کے پاس جاکر یہ ماجرا بیان کرتے، اس سے ان کے اندر اور غصہ پیدا ہوتا۔ اب اگر وہ ان کو چھوڑدیتے ہیں تو اپنے دشمنوں کو چھوڑتے ہیں جو حکومت کا تختہ الٹنا چاہتے تھے اور پھر یہی کام کریں گے اور اگر ان کو پھانسی دیتے ہیں تو اس طرح وہ ان کی منہ مانگی مراد دیتے نہیں اور ان کی خوشی ومسرت کا سامانا کرتے ہیں۔ وہ اس مسئلے پر برابر غور کرتے رہے، آخر کار انہوں نے ایک بیچ کا طریقہ دریافت کیا۔ ایک دن انبالہ کا حکم آیا اور ان کو یہ حکم سنایا اے باغیو! چونکہ تم پھانسی کے خواہشمند ہو اور اس کو راہ خدا میں شہادت سمجھتے ہو اور ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم اپنی دلی مراد کو پہنچو اور خوشی سے ہمکنار رہو اس لئے ہم پھانسی کا حکم تبدیل کرکے تم کو جزائر انڈمان میں عمر قید کی سزا دیتے ہیں۔ اب ان لوگوں کی داڑھی اور سر کے بال تراش دیئے گئے۔ مولانا یحیی صاحبؒ اکثر اپنی تراشی ہوئی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہتے

ع وفی سبیل اللہ مالقیت

انگریزی جج کے سامنے مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کردیا:۔

خالق دینا ہال کراچی میں شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمدمدنیؒ ایک خونخوار انگریز جج کے سامنے کھڑے ہوئے تھے جس کے قلم کی نوک سے ہزاروں حریت پسندوں کا خون بہایا گیا تھا۔ مولانا مدنیؒ جج کے سامنے طویل بیان دے رہے تھے۔ انہوں نے دوران بیان فرمایا: گورنمنٹ کا منشاء مذہبی آزادی سلب کرنے کا ہے، تو صاف اعلان کیا جائے تاکہ سات کروڑ مسلمان اس بات پر غور کرلیں کہ ان کو مسلمان رہنا منظور ہے یا گورنمنٹ کی رعایا۔ اسی طرح ۲۲ کروڑ ہندو کہ ان کو کیا کرنا

ہے، کیونکہ جب مذہبی آزادی چھینی گئی تو سب کی چھینی جائیگی ۔ اگر لارڈز یڈنگ اس لئے بیٹھے گئے ہیں کہ قرآن پاک کو جلادیں، حدیث کو مٹادیں اور کتب فقہ کو برباد کریں، تو سب سے پہلے اسلام پر اپنی جان قربان کرنے والا میں ہوں ۔ آخری جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ مولانا محمد علی جوہرؒ نے جزاک اللہ کہہ کر مولانا مدنیؒ کے قدم چوم لئے ۔ جب جج نے پوچھا کہ کراچی کانفرنس میں آپ نے کوئی اس قسم کی تجویز پیش کی تھی جس کا تعلق فوج سے ہو ۔ مولانا مدنیؒ کے دل میں آزادی اور حدیث کی جو چنگاری سلگ رہی تھی انجام سے بے پرواہ ہوکر بھڑک اٹھی ۔ حق گوئی وبے باکی کی شمع جو دوران جگر فروزاں رکھتے تھے ایسا معلوم ہوا جیسا کہ کسی نے دیا سلائی دکھادیا ہو ۔ حضرت نے جواب دیا کہ کانفرنس میں تو وہ ایک تجویز تھی، آج عدالت میں اعلان کرتے ہوئے کہتا ہوں کہ انگریز فوج میں بھرنا، بھرتی کرانا، مشورہ دینا، انگریزی فوج کی مدد (یعنی جنگی قرضے وغیرہ دینا) سب حرام ہیں ۔ اس فرعون کے فرمان نے کچھ اس طرح جنم لیا کہ تمھیں پتہ نہیں کہ اس جرم کی سزا موت ہے ۔ مولانا مدنیؒ نے فرط جذبات سے اپنی بغل سے ایک چادر نکالی اور کہاہاں مجھے پتہ ہے ۔ دیوبند سے جب چلا تھا تو کفن ساتھ لے کر چلا تھا ۔

یہ اولو العزم علماء کرام تھے تحریک آزادی کے مایہ ناز اور ملت اسلامیہ کے غیور فرزندان توحید جنہوں نے اپنے آپ کو موت کیلئے پیش کیا مگر انگریزی نظام ماننے کیلئے تیار نہیں تھے ۔ ؎

باطل سے دبنے والے اے آسمان نہیں ہم سو بار کر چکا ہے تو امتحان ہمارا (اقبال)
گردن نہ جھکی جس کی کسی شاہ کے آگے جس کے نفس گرم سے مردوں میں جان پڑی
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

تحریک آزادی میں علماء دیوبند کا کردار:

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان سے حجاز مقدس تشریف لے گئے اور وہیں سلطنت ترکی کے اکابر خاص طور سے انور پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات ہوئی ۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان دونوں سے تحریری دستاویزیں لیں اور انہیں یاغستان پہنچانے کی کوشش کی، تاکہ ترکی حکومت کے نام سے افغان قبائل کو انگریزوں کے خلاف جہاد پر ابھارا جائے اس کے علاوہ حضرت شیخ الہندؒ خود بھی ایران کے راستے یاغستان پہنچنا چاہتے تھے ۔ لیکن اس اثنا میں حالات نے عجیب پلٹا کھایا ۔ شریف حسین عرف شریف مکہ والی حجاز نے ترکوں کے خلاف بغاوت کردی اور ساتھ ہی حضرت شیخ الہندؒ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالے کردیا، جو آپ کو جزیرہ مالٹا میں لے گئے ۔

ایک دفعہ حضرت شیخ الہندؒ نے بیرونی حکومتوں سے امداد حاصل کرنے کی غرض سے

اپنے سرگرم شاگرد رشید حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کو کابل بھیجنے کا ارادہ کیا تاکہ وہ حکومت افغانستان کو انگریز کے خلاف نبرد آزما ہونے پر آمادہ کریں اور خود حجاز مقدس میں جانے کا ارادہ کیا تاکہ دولت عثمانیہ سے تحریک کے سلسلہ میں مدد لی جاسکے۔ آپ نے مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کو دہلی سے طلب فرمایا اور بناکوئی مفصل پروگرام بتائے ہوئے کابل جانے کا حکم دیا۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ کابل جانے کا واقعہ اپنی ذاتی ڈائری میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

۱۹۱۵ء میں شیخ الہند ؒ کے حکم سے کابل گیا، مجھے کوئی مفصل پروگرام نہیں بتایا گیا تھا اس لئے میری طبعیت اس ہجرت کو پسند نہیں کرتی تھی، لیکن تعمیل حکم کیلئے جانا ضروری تھا۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے نکلنے کا راستہ صاف کردیا اور میں افغانستان پہنچ گیا۔ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ کابل جاکر مجھے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ الہند ؒ جس جماعت کے نمائندہ تھے اس کی پچاس سال کی محنتوں کا حاصل میرے سامنے غیر منظم شکل میں موجود ہے۔ ان کو میرے جیسے ایک خادم شیخ الہند ؒ کی اشد ضرورت تھی۔ اب مجھے اس ہجرت اور شیخ الہند ؒ کے انتخاب پر فخر ہونے لگا۔

الغرض حضرت مولانا عبیداللہ سندھی ؒ نے کئی مہینے مختصر مقامات پر قیام کرتے ہوئے خفیہ طریقے سے ۱۰ اگست ۱۹۱۵ء یعنی آزادی ہند سے ٹھیک ۳۲ سال پہلے افغانستان کی سرحد میں داخل ہوکر قندھار سے ہوتے ہوئے کابل پہنچے، جہاں تحریک کے خفیہ ممبران آپ کی آمد کے شدت سے منتظر تھے اور وہاں پہنچ کر آپ سیاسی سرگرمیوں میں مشغول ہوگئے۔ ادھر شیخ الہند ؒ کی سیاسی سرگرمیوں کی بنا پر حکومت ہند آپکو گرفتار کرانے کا مکمل ارادہ کرچکی تھی، جس کی اطلاع ڈاکٹر انصاری ؒ نے حضرت شیخ الہند ؒ کو دے دی تھی۔ اس لئے حضرت شیخ الہند ؒ پہلی فرصت میں برطانوی حکمرو سے نکل جانا چاہتے تھے۔ اتفاق سے حج کا زمانہ قریب تھا موقع کو مناسب سمجھ کر حضرت شیخ الہند ؒ نے حج کے بہانے سے سفر حجاز کا قصد فرمالیا۔ ڈاکٹر انصاری ؒ نے خود ہی مصارف اداکردیئے اور حضرت شیخ الہند ؒ اپنے جانثار خادموں مولانا عزیر گل ؒ، مولانا محمد میاں ؒ، منصور انصاری ؒ وغیرہ کے ساتھ حجاز مقدس کیلئے روانہ ہوگئے اور ۹ اکتوبر ۱۹۱۰ء میں آپ بخیر وعافیت مکہ پہنچ گئے۔ دوران سفر حکومت نے آپ کو گرفتار کرنے کی پوری کوشش کی لیکن آپ آگے آگے رہے اور گرفتاری کا وارنٹ پیچھے پیچھے۔

انگریزی سامراج سے بغاوت کرنے والے کون تھے؟:-

(ہنری ہیرنگٹن طامس) نے اپنے رسالہ (ہندوستان میں گذشتہ بغاوت اور ہماری آئندہ پالیسی) میں صاف لکھا ہے۔ میں نے پہلے ہی بیان کیا ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بانی اور اصل محرک ہندو نہ تھے اور اب میں دیکھانے کی کوشش کرونگا کہ یہ غدر مسلمانوں کی سازش کا نتیجہ تھا۔ ہندو

اگر اپنی مرضی اور ذرائع تک محدود ہوں تو وہ کسی ایسی سازش میں شرکت نہ کرسکتے تھے اور نہ کرنا چاہتے تھے ۔ وہ مسلمان خلیفہ اول کے وقت سے موجودہ زمانہ تک یکسانیت کے ساتھ مغرور ظالم رہے ہیں ۔ ہمیشہ ان کا مقصد یہ رہا ہے کہ جس ذریعہ سے بھی ہوا اسلامی حکومت قائم ہو ، اور عیسائیوں کیساتھ نفرت کے خیالاتی نشوونما ہو ۔ مسلمان ایسی گورنمنٹ کے جس کا مذہب دوسرا ہو اچھی رعایا نہیں ہوسکتے ۔ اس لئے کہ احکام قرآن کی موجودگی میں یہ ممکن نہیں ۔ آخر میں لکھتا ہے "کہ اس قسم کے بہت سے شواہد پیش کئے جاسکتے ہیں جن کا فیصلہ یہی ہوگا کہ اب انگریزی تعلیم کا مقصد قرار دیا گیا کہ (الف) برطانوی شہنشاہیت کیلئے وفادار کاسہ لیس پیدا کئے جائیں ۔ (ب) چونکہ احکام قرآن کی موجودگی میں برطانوی شہنشاہیت سے وفاداری ممکن نہیں ۔ لہذا مسلمانوں کو مذہب سے ناآشنا بنایا جائے ۔ (ج) انصاب تعلیم ایسا ہوکہ پڑھنے والے برطانوی شہنشاہیت کیلئے ایماندار غلام بن جائیں ۔ یعنی احترام مذہب ، احساس وطن ، احترام علماء اور باہمی رواداری سے محروم کردیئے جائیں ۔ آپس میں تفرقے بڑھیں ، ہندو مسلم منازعت پیدا ہو اور تفرقہ ڈالو حکومت کرو کی پالیسی کامیاب ہو" ۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء کا واقعہ ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبا نے یونیورسٹی کا بائیکاٹ کیا اور دوسری یونیورسٹی مسلم نیشنل یونیورسٹی قائم کرنا چاہی ۔ حضرت شیخ الہندؒ کو صدارت کیلئے منتخب کیا ۔ حضرت شیخ الہندؒ کی بیماری اس حد تک پہنچ چکی تھی کہ کروٹ بدلنے میں بھی دشواری ہوئی تھی ۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ باوجود سخت بیماری کے دعوت قبول کرلی اور فرمایا اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسہ میں ضرور شریک ہونگا ۔ چنانچہ پالکی میں لٹاکر حضرت شیخ الہندؒ کو دیوبند کے اسٹیشن پر لے گئے ۔ دارالعلوم دیوبند کے طلباء نے پالکی کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ۔ حضرت شیخ الہندؒ کا خطبہ مولانا شبیراحمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا ۔

(ا) میں اس پیرانہ سالی اور علالت ونقاہت کی حالت میں آپ کی اس دعوت پر اس لئے لبیک کہا کہ اپنی ایک گم شدہ متاع کو یہاں پائے گا ۔ امیدوار ہوں بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہروں پر نماز کا نور اور ذکراللہ کی روشنی جھلک رہی ہے ۔ لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف وہراس طاری ہوجاتا ہے ۔ خدا کا نہیں بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا اور ان کے سامان حرب وضرب کا ۔ پھر یونیورسٹی کے طالب علموں سے مخاطب ہوکر فرمایا ۔ اے نونہالان وطن جب میں نے دیکھا کہ میرے پاس اس دور کے غمخوار جس میں میری ہڈیاں پگھلی جارہی ہیں ۔ مدرسوں اور خانقاہوں میں کم اور اسکولوں اور کالجوں

میں زیادہ ہیں تو میں اور میرے چند مخلص احباب نے ایک قدم علی گڑھ کی طرف بڑھایا اور اس طرح ہم نے ہندوستان کے دو تاریخی مقاموں دیوبند اور علی گڑھ کا رشتہ جوڑا ۔ چند سطور کے بعد فرماتے ہیں ۔ آپ میں سے جو حضرات محقق اور باخبر ہیں وہ جانتے ہونگے کہ میرے بزرگوں نے کسی وقت بھی کسی اجنبی زبان سیکھنے یا دوسری قوموں کے علوم وفنون حاصل کرنے پر کفر کا فتوی نہیں دیا ۔ ہاں یہ بے شک کہا کہ انگریزی تعلیم کا آخری اثر یہی ہے جو عموماً دیکھا گیا ہے کہ لوگ نصرانیت کے رنگ میں رنگے جائیں ۔ یا ملحدانہ گستاخیوں سے اپنے مذہب اور اپنے مذہب والوں کا مذاق اڑائیں یا حکومت وقت کی پرستش کرنے لگیں تو ایسی عظیم تعلیم پانے سے ایک مسلمان کیلئے جاہل رہنا اچھا ہے ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں ۔

ہماری قوم کے سربرآوردہ لیڈروں نے سچ تو یہ ہے کہ امت اسلامیہ کی ایک بڑی اہم ضرورت کا احساس کیا بلاشبہ مسلمانوں کی درس گاہوں میں جہاں علوم عصریہ کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہو اگر طلباء اپنے مذہب کے اصول وفروع سے بے خبر ہوں اور اپنے قومی محسوسات اور اسلامی فرائض فراموش کردیں اور ان میں اپنی ملت اور اپنی قوموں کی حمیت نہایت ادنیٰ درجہ رہ جائے تو یوں سمجھو کہ وہ درسگاہ مسلمانوں کی قوت کو ضعیف بنانے کا ایک آلہ ہے ۔ اس لئے اعلان کیا گیا ہے کہ ایسی آزاد یونیورسٹی کا افتتاح کیا جائے جو گورنمنٹ کی اعانت اور اس کی اثر سے بالکل علیحدہ ہو اور جس کا تمام تر نظام عمل اسلامی خصائل اور قومی محسوسات پر مبنی ہو ۔

ایسے درویش صفت رہنماؤں کیوجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرنگی سامراج سے ہندوستانی قوم کو نجات بخشی ۔ اگر ان جیسے مدبر سیاستدان ، مجاہدین اور اولوالعزم ہستیاں نہ ہوتیں تو شاید ہندوستان آزاد نہ ہوتا ۔ ہندوؤں اور سکھوں سے اتحاد کرنا پڑا ، انگریزوں اور ان کے حواریوں نے ان پر کفر کے فتوے لگائے ۔ ان کے خلاف سازشیں کی گئیں ، مگر اس کے باوجود ان کے حوصلے بلند رہے ۔ مجاہد جلیل ، مجدد ملت ، شیخ الہند ثانی مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارا سب سے پہلا فرض انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنا ہے اور فرمایا کہ انگریزوں کو ہندوستان سے نکالنے کیلئے اگر ہمیں کتوں سے بھی صلح کرنی پڑے تو ہم اس سے بھی دریغ نہ کریں گے ۔

(مراجع)

(۱) علماء ھند کا شاندار ماضی (۲) نقش حیات (۳) روداد برصغیر (۴) آزادی کی ایک تاریخ ساز دستاویز
(۵) ایشیا کے عظیم انقلابی لیڈر (۶) جب ایمان کی بہار آئی (۷) ترجمان اسلام (۸) کابل میں سات سال
(۹) عزم نو (۱۰) حدیث پاکستان ۔

جناب ڈاکٹر نوشاد خان صاحب
چیرمین شعبہ پاکستان سٹڈیز اسلامیہ کالج پشاور

مولانا سیف الرحمنؒ ـــ جنگ آزادی کا ایک گمنام سپاہی

ہماری آزادی کی تاریخ اس بحیر بیکراں کی مانند ہے جس کی تہہ گوہر نایاب سے بھری پڑی ہے۔ زیر نظر مقالہ جنگ آزادی کے ایک ایسے ہی گمنام مگر ناقابل فراموش سپاہی کی زندگی اور کارناموں سے متعلق ہے جنھوں نے اپنی پوری زندگی مسلمانوں کی سربلندی اور آزادی کے حصول کے لیے وقف کررکھی تھی۔ مولانا سیف الرحمن ۱۸۴۰ء میں حاجی غلام جان ولد حاجی مومن خان کے گھر بمقام متھرانو دوآبہ پشاور میں پیدا ہوئے۔ (۱) آپ کے آباؤجداد کا تعلق درانی پشتونوں کے مشہور قبیلے الکوزئی سے تھا۔ جو ارغنداب (افغانستان میں قندھار کا ایک ضلع) سے ترک وطن کرکے پشاور منتقل ہوگئے تھے۔ عبدالغنی خان جو اس قبیلے کے بڑے سردار تھے کہ بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بانی افغانستان احمد شاہ ابدالی کے دور میں بہت ہی نمایاں اور بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ (۲) مولانا سیف الرحمن نے اپنی ابتدائی تعلیم علاقہ پشاور میں مختلف علمائے کرام سے حاصل کی۔ ان میں ملا صاحب صریخ اور مولانا صاحب زروبی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۳) ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مولانا صاحب تفسیر قرآن اور دورہ احادیث کی تعلیم کرنے کیلئے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے پاس تشریف لے گئے۔ چند سال کے محنت شاقہ کے بعد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے آپ کو سند خلافت سے سرفراز کیا۔ (۴) تمام علوم درسی کی تکمیل کے بعد مولانا سیف الرحمن صاحب نے اپنی تمام تر توجہ درس وتدریس کی طرف مبذول کی۔ ھند کے بعض مشہور مقامات مثلاً ریاست ٹونک، شاہجہان پور اور پانی پت میں آپ نے مدرس کی حیثیت سے کام کیا۔ آخر میں فتحپوری دہلی میں آپ کو صدر مدرس کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دینے کا موقعہ ملا۔ (۵) یہاں دھلی میں قیام کے دوران جمعیت العلماء اور دارلعلوم کابل کے مشہور افغانی علمائے کرام نے مولانا صاحب سے استفادہ کیا، ان میں مولانا صاحب یار محمد وردگی، مولوی عبدالملک صاحب سکوزری، مولوی حفیظ اللہ صاحب لوگری، مولوی پائندہ صاحب پنجشیری اور مولانا زاہد صاحب لغمانی کے نام قابل ذکر ہیں۔ (۶)

پہلی جنگ عظیم کے دوسرے سال حکومت انگلسیہ نے مختلف حربوں سے کام لیتے ہوئے

ہند کے بعض علماء سے ایسے فتوے حاصل کئے جن میں اس بات کا اظہار کیا گیا تھا کہ انگریزوں اور ترکوں کے درمیان جاری جنگ ایک علاقائی جنگ ہے اور یہ ہندی مسلمانوں کے لئے کسی بھی لحاظ سے جہاد یا مذہبی جنگ نہیں ہے۔ یہ علمائے کرام کا وہ گروہ تھا جو برطانوی ہند کو دارالاسلام سمجھتے تھے۔ (۷) مولانا سیف الرحمن صاحب کا شمار ان علماء کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے اس اہم اور نازک موقعہ پر انگریزوں کا آلہ کار بننے سے صاف انکار کردیا۔ مزید براں مولانا صاحب ببانگ دھل حق کا اعلان کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ مذکورہ جنگ ایک علاقائی جنگ نہیں ہے بلکہ یہ ہر لحاظ سے مسلمانوں کے لئے ایک مذہبی جنگ اور جہاد ہے۔ (۸) اس اعلان حق کے بعد دہلی میں مقیم مسلم زعماء حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور چند دیگر احباب سے صلاح لینے کے بعد مولانا صاحب شیخ الہند مولانا محمودالحسن کے ساتھ مشاورت کے لئے عازم دیوبند ہوئے۔ دیوبند میں شیخ الہند کے ساتھ مشورے کے بعد مولانا صاحب پشاور کیلئے روانہ ہوئے۔ سرحد پہنچنے کے بعد مولانا سیف الرحمن یہاں کے عظیم مجاہد حاجی صاحب ترنگزئی سے ساتھ جا ملے۔ دونوں مجاہدین کے باہمی مشورے اور گفت وشنید کے بعد یہ طے پایا کہ آزاد قبائل کی طرف ہجرت کی جائے (۹)۔ تاکہ برطانوی استعمار کے خلاف باقاعدہ اور عملی جہاد کا آغاز کیا جائے۔ نتیجے کے طور پر ایک شب ایک بہت بڑا قافلہ جس میں تقریباً ہر شعبہ زندگی سے لوگ شامل تھے حاجی ترنگزئی کی قیادت میں علاقہ غیر کوچ کرگیا۔ اور پہلے پڑاو کے طور پر بونیر میں مجاہدین نے قیام کیا۔ آزاد علاقے کے لوگوں نے حاجی صاحب اور ان کے ساتھیوں کا والہانہ استقبال کیا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور مولانا سیف الرحمن صاحب کی کوششوں سے علاقہ گدون کے جملہ لوگ انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے اور تقریباً تین مہینے تک انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ (۱۰) اس کاروائی کے نتیجے میں انگریزوں کو نہ صرف اندرونی ملک بلکہ بیرونی محاذ پر بھی سخت نقصانات اٹھانا پڑے۔ بقول مولانا سعید الرحمن صاحب قط العمارة (جنوبی عراق میں ترکی کی سنجاق کا صدر مقام تھا(۱۱) بونیر کے جہاد کی وجہ سے انگریزوں کے ہاتھوں سے نکل گیا اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک ہزار انگریزی فوج کے سپاہ نے ترکوں کے سامنے ہتھیار ڈالا ہے۔ (۱۲) اس وقت کے انگریزی سی آئی ڈی کی ایک رپورٹ میں یہ بات بیان کی گئی ہے کہ:

"مولانا سیف الرحمن حاجی ترنگزئی کے سیکرٹری ہیں۔ اور یہ شخص (مولانا صاحب) ہمیشہ حاجی کو اس پر امادہ کرنے میں کامیاب رہا ہے کہ وہ آزاد قبائل کو انگریزوں کے خلاف اکسائے لہذا ۱۹۱۵ء

میں آزاد سرحد پر ہمارے (انگریزوں) کے خلاف جتنی بھی کاروائیاں کی گئی ہیں ان کی ذمہ داری بنیادی طور پر مولانا سیف الرحمن پر عائد ہوتی ہے۔" (۱۳) بونیر کے جہاد میں نمایاں کردار ادا کرنے کی پاداش میں انگریز سرکار نے متھرا نو دوآبہ پشاور میں مولانا سیف رحمان کی تمام جائیداد بحق سرکار ضبط کرکے نیلام کرادی۔ (۱۴) اور ان کے اہل خانہ کے تمام افراد اور قریبی رشتہ دار جن کی تعداد ۲۹ تھی کو گرفتار کرکے پشاور اور ڈیرہ جات کے جیلوں میں بغرض تشدد اور بربریت کے ڈالدیئے۔ (۱۵)۔ یہ لوگ پہلی جنگ عظیم کے اختتام تک انہی جیلوں میں مجلوس رہے۔ اودھر بونیر میں تین مہینے قیام کے بعد فدایان اسلام کا یہ قافلہ ابتدائی کامیابیوں کے بعد سوات کے راستے مہمندوں کے آزاد علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ حاجی صاحب ترنگزئی اور ان کے چند ساتھیوں نے آزاد قبائل مہمندوں ہی کے علاقے میں ٹھہرنے اور رہائش اختیار کرنے کا فیصلہ کیا، جبکہ مولانا سیف الرحمن نے اپنے آبائی وطن افغانستان کو ہجرت کردی۔ ان دنوں افغانستان کے امیر حبیب اللہ خان تھے۔ امیر حبیب اللہ خان کے دور میں مولانا سیف الرحمن مختلف مقامات جلال آباد، کجہ اور کابل میں دوسال تک درس وتدریس میں مشغول رہے۔

مولانا عبیداللہ سندھی اپنی ڈائری میں لکھتے ہیں کہ جب مولانا اور انکے ہم خیال دیگر حریت پسند افغانستان چلے آئے تو ان کی موجودگی ان کو اس قابل بنایا کہ افغانستان میں ہندوستانی مسلمانوں کے یے ایک نجات دہندہ فوج الجنود بااللہ کے نام سے تشکیل دی گئی (۱۶)۔ مولانا سیف الرحمن کو اس فوج میں میجر جنرل کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ (۱۷) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ افغانستان کی حکومت نے بعض ہندوستانی حریت پسندوں کے لیے الاؤنس وغیرہ مقرر کئے تھے۔ مولانا سیف الرحمن کے یے مبلغ دو ہزار روپیہ بطور الاؤنس سالانہ مقرر تھے۔ (۱۸) فروری ۱۹۱۹ء میں امیر حبیب اللہ خان کے قتل کے بعد جب امان اللہ خان افغانستان کا امیر بنا تو امان اللہ خان نے مولانا سیف الرحمن کو کابل بلوایا اور انہے قاضی عسکر افغانستان کے عہدے پر فائز کیا۔ (۲۰) علاوہ ازیں آپ کی خدمات کے اعتراف کے طور پر آپ کے شایان شان ایک قطعہ اراضی بھی آپکے نام الاٹ کروایا۔ افغانستان کی مکمل آزادی کے بعد جب افغانیوں کو اپنی خارجہ پالیسی خود چلانے کا حق مل گیا اور افغانستان کی طرف سے بخارا، روس اور یورپ کو جو سفارتی وفود بھیجے گئے ان میں مولانا سیف الرحمن صاحب نے غیر معمولی نوعیت کے حامل ذمہ داریوں کو قبول کیا۔ یہی وجہ تھی کہ مولانا صاحب کو وزارت مختاری کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ چھ سال تک مولانا موصوف آزاد افغانستان کے نہایت ہی اہم اور حساس عہدوں پر فائز رہے۔ افغانستان اور افغانیوں کی طویل خدمت کے

بعد بالآخر مولانا صاحب کی صحت کمزور ہوگئی اور بوجہ بیماری وہ اپنے فرائض منصبی سے مستعفی ہوئے ۔ امیر حبیب اللہ اور امیر امان اللہ نے مولانا صاحب کی شاندار خدمات کے عوض ان کو کئی توصیفی اسناد اور انعامات سے نوازا ۔ امان اللہ کے بعد اعلیٰ حضرت حضرت محمد نادرشاہ افغانستان کے تخت پر جلوہ افروز ہوئے ۔ وہ مولانا سیف الرحمن کے بڑے قدردان تھے ۔ انہوں نے مولانا موصوف کو ایک مرتبہ پھر افغانستان کی خدمت اور ملازمت کی دعوت دی ، لیکن مولانا صاحب نے بوجہ کمزوری اور بیماری کے کسی منصب کو قبول کرنے سے معذرت ظاہر کردی ۔ اس کے باوجود اعلیٰ حضرت نے مولانا صاحب کے لئے معقول تنخواہ مقرر کردی ۔ مولانا صاحب اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کے دور میں پہلی مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت اور روضۂ مطہرہ کی دیدار کے لئے ارض مقدس تشریف لے گئے ۔ بیت اللہ شریف میں قیام کے دوران مولانا صاحب نے حضرت شیخ احمد سنوسی سے طریقہ سنوسیہ حضریہ (تصوف کا ایک سلسلہ) میں بیعت کی ۔ (۲۱) اعلیٰ حضرت محمد نادرشاہ کے بعد اعلیٰ حضرت المتوکل علی اللہ کے دور میں مولانا صاحب کو دومرتبہ حج بیت اللہ اور روضہ رسول ؐ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ۔ ۱۹۴۹ء میں مولانا سیف الرحمن ارض پاک کو اپنا ابدی قرار گاہ بنانے کی نیت سے چوتھی مرتبہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے ۔ مگر اس مرتبہ قدرت کو کچھ اور منظور تھا ۔ پشاور پہنچ کر مولانا قلب کی بیماری میں مبتلا ہوئے اور ایک مدت کے بعد بالآخر سات جمادی الاول ۱۳۶۹ء قمری مطابق ۲۵ فروری ۱۹۵۰ء بروز شنبہ بوقت نو بجے صبح ایک سو دس سال کی عمر میں مولانا سیف الرحمن نے داعی اجل کو لبیک کہا (۲۲) ۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) اور یوں اسلام کا یہ تابندہ ستارہ ہمیشہ کے لیے ڈوب گیا ۔ لیکن اسکی روشنی ابھی تک باقی ہے جو ہماری موجودہ اور آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہے ۔ بقول شاعر

ہزاروں سال نرگس اپنی بےنوری پہ روتی ہے بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حوالہ جات

۱). مولانا سعیدالرحمن ، سوانح مختصر از جناب مولانا سیف الرحمن صاحب مرحوم (غیر مطبوعہ) ص نمبر ۱

۲). عبدالعلی ارغنداوی ، برطانوی سامراجیت اور افغانستان کی تحریک آزادی ۲۱ ۔ ۱۹۱۴ منشی رام منوہر لعل لیشرز پرائیوٹ لمٹیڈ نیودہلی ۱۹۸۹ء ص نمبر ۴۴ (۳). مولانا سعیدالرحمن ، المرجع سابق (Of.cit)

۴). مولانا سعیدالرحمن ، المرجع سابق (Of.cit) (۵). مولانا عبدالعلی ارغنداوی ، المرجع سابق ۔ (Of cit)

۶). مولانا سعیدالرحمن ، المرج سابق (۷). خلافتیوں کا ہجرت افغانستان ، نوشاد خان (غیر مطبوعہ مقالہ برائے

(پی ایچ ڈی) ایریا سٹڈی سنٹر (سنٹرل ایشیا) ۱۹۹۵ء صفحات ۱۱۳ - ۱۴۲) (۸). مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق ۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۹) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۱۰) مولانا سعید الرحمن، المرجع سابق۔ وحافظ بابر خان، برصغیر پاک وہند کی سیاست میں علماء کا کردار، قومی ادارہ برائے تحقیق، تاریخ وثقافت ۱۹۸۵ء ص نمبر ۲۶۔ (۱۱). اردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۸۲ء جلد ۱۴/۲ ص نمبر ۱۷۲۔ (۱۲). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق۔ (۱۳). حضرت سید محمد صاحب (مؤلف) تحریک شیخ الہند۔ مکتبہ محمودیہ، لاہور ۱۹۷۸ء ایڈیشن دوم ص نمبر ۴۷۳ (۱۴). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۵). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص ۲ (۱۶) مولانا عبید اللہ سندھی کی ذاتی ڈائری. بحوالہ شیخ الاسلام حسین احمد مدنی، نقش حیات، دارالاشاعت کراچی ۱۹۵۳ء ص نمبر ۵۷۸ (۱۷). عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ غبرسات، ص نمبر ۳۳۵۔ (۱۸). عبدالعلی ارغنداوی، المرجع سابق ضمیمہ غبرسات، ص نمبر ۱۴۲
(۱۹). مولانا سعید الرحمن سابق، ص نمبر ۲ (۲۰). مولانا سعید الرحمن سابق، ص نمبر ۲
(منسلکہ ضمیمے II تا IV (انکے اصل راقم الحروف کے پاس محفوظ ہیں)۔ (۲۱). مولانا سعید الرحمن المرجع سابق ص نمبر ۲۔ (۲۲). مولانا سعید الرحمن المرج سابق۔ ص نمبر ۲

قومی خدمت ایک عبادت ہے اور
سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے
سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے
Servis